۲۹

نبی کے مقاصد پورے ہونے تک اُس کی جماعت کی اکثریت ضرور سچائی پر قائم رہتی ہے

(فرمودہ ۱۰ر ستمبر ۱۹۳۷ء)

تشہّد ، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

چونکہ نزلہ کی وجہ سے میرے گلے میں تکلیف ہے اس لئے آج میں بعض دوسرے راستوں کے ذریعہ سے اپنے خطبہ کی آواز دوستوں تک پہنچانے کی کوشش کروں گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک الہام ہے ''موت کے بعد میں پھر تجھے حیات بخشوں گا''۔[1] اور اس الہام کے بعد دوسرا الہام ہوا کہ ''جو لوگ خدا تعالیٰ کے مقرب ہیں وہ مرنے کے بعد پھر زندہ ہو جایا کرتے ہیں''۔[2] اور آپ نے اس کی تشریح یہ بیان فرمائی کہ ''میری اس دوبارہ زندگی سے مراد بھی میرے مقاصد کی زندگی ہے''۔[3] اس الہام میں ایک تو خبر ہے اور ایک سنت اللہ بیان کی گئی ہے۔ خبر تو یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ ضائع نہیں فرمائے گا اور آپ کے کام کو آسمانی تائیدوں کے ساتھ دنیا میں زندہ رکھے گا۔ اور سنت اللہ یہ بیان فرمائی ہے کہ یہ معاملہ صرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہی نہیں ہے بلکہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ اپنے مقربین کے ساتھ یہی سلوک کرتا چلا آیا ہے اور یہی سلوک کرتا چلا جائے گا۔ اور یہ اس کا قدیم دستور ہے کہ جب کبھی بھی اس کی طرف سے مامور دنیا میں آتے ہیں ان کی وفات کے بعد اللہ تعالیٰ ان کی رُوح کو علیٰ قدرِ مراتب ان کی

جماعتوں کے افراد کے جسموں میں بطور مظاہر کے حلول کر دیتا ہے اور وہ رُوح جو پہلے ایک جسم سے ظاہر ہو رہی تھی آئندہ وہ تمام افراد جماعت کے اندر تقسیم ہو کر اپنی حیات کا ثبوت دیتی رہتی ہے۔ یہ سنتِ الٰہیہ ایک ایسا معیارِ صداقت ہے کہ اس کا انکار الٰہی سلسلوں کی صداقت کو باطل کر دیتا ہے اور یہ معیار اتنا اہم ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس معیار کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ اعلان فرمایا ہے کہ وہ تمام تعلیمات کہ جو دنیا میں رائج ہو گئیں اور ان کو مخالفتیں مٹا نہ سکیں وہ ایک یقینی ثبوت ہیں اس امر کا کہ ان کے لانے والے خدا تعالیٰ کے مأمور اور مرسل تھے۔ گویا اس قاعدہ کلیہ کے ماتحت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان تمام سلسلوں کو الٰہی سلسلہ قرار دیا ہے جو دنیا میں خدا تعالیٰ کے نام پر قائم کئے گئے اور مرورِ زمانہ اُن کو مٹا نہ سکا۔ خواہ ان کے لانے والوں کا نام بھی ہم کو معلوم نہیں اور خواہ ان کے حالات سے ہم کُلّی طور پر بے خبر ہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسی قانون کے ماتحت ویدوں کی صداقت کا اعلان فرمایا ہے۔ گو ہمارے پاس کوئی ایسا تاریخی ثبوت موجود نہیں کہ ویدوں کے لانے والے کون تھے اور ان کی زندگیاں کیسی تھیں اور ان کے ساتھ خدا تعالیٰ کا معاملہ کس رنگ میں ہؤا تھا۔ صرف اس بنیاد پر کہ وید خدائی الہام کے قائل ہیں اور اپنے آپ کو اسی سرچشمہ سے قرار دیتے ہیں اور ان کے ماننے والے ہزاروں سالوں سے چلے آتے ہیں اور ان کی تعلیم دنیا میں قائم رہ گئی ہے، آپ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ الٰہی سنت کے ماتحت وہ خدا ہی کی طرف سے تھے اور ان کے لانے والے اللہ تعالیٰ کے مامور اور اللہ تعالیٰ کے نبی تھے۔ پس جو شخص بھی اِس قاعدہ کو ردّ کرتا ہے وہ الٰہی سنت کو ردّ کرتا ہے اور وہ ایک ایسا دروازہ کھولتا ہے کہ جس دروازہ کے کُھلنے کے ساتھ کُفر و اِلحاد کا دروازہ کُھل جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی صداقت مشتبہ ہو جاتی ہے اور اس کا نہ ٹلنے والا قانون بے اعتبار ہو جاتا ہے۔ اور ہمارے لئے کوئی ایسی راہ کھلی نہیں رہتی جو ہمیں یقینی طور سے خدا تعالیٰ کا وصال اور قُرب حاصل کرا سکے اور مشاہدہ کی بنیاد پر ہمارے ایمانوں کو قائم رکھ سکے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں بیان فرماتا ہے فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا۔ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا ۔[۴] اس آیت میں دو قانون بیان کئے گئے ہیں۔ اوّل تو یہ کہ اللہ تعالیٰ کی سنت میں کبھی کوئی تبدیلی نہیں ہوتی اور یہ ایک ایسا قاعدہ ہے کہ جس میں کوئی استثناء نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا کو اس کے ذریعہ سے چیلنج دیا ہے کہ تم دنیا کی ساری تاریخ کو دیکھ جاؤ، تم اللہ تعالیٰ کے ان افعال کو دیکھ جاؤ جو زمانہ کے شروع سے آج تک جاری رہے ہیں تمہیں یہی

نظر آئے گا کہ جس چیز کو خدا تعالیٰ نے اپنی سنت قرار دیا ہے اس میں کبھی کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ مشروط وعدے بدل جاتے ہیں، غیر مشروط وعید بھی ٹل جاتے ہیں۔ خدا کی قدرت خود اپنی ہی تقدیرِ مبرم کو بدل دیتی ہے لیکن یہ کبھی نہیں ہوتا کہ سنت اللہ میں تبدیلی ہو جائے۔ سنت اللہ جو آدم کے وقت میں تھی وہی سنت اللہ نوح کے وقت میں تھی، وہی سنت اللہ ابراہیم کے وقت میں تھی، وہی موسیٰ کے وقت میں تھی، وہی کرشن کے وقت میں تھی، وہی رام چندر کے وقت میں تھی، وہی زرتشت کے وقت میں تھی، وہی عیسیٰ کے وقت میں تھی اور پھر وہی آنحضرت ﷺ کے وقت میں تھی اور وہی آ کر پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت میں ظاہر ہوئی۔ اس میں کبھی ایک رَتی بھر بھی تبدیلی نہیں ہوئی اور جس مامور اور مدعی کے متعلق ہم اس میں تبدیلی دیکھیں ہم اس الٰہی قانون کے ماتحت یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ وہ مدعی جھوٹا ہے مگر یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ مدعی تو سچا ہے مگر اس کے لئے خدا تعالیٰ کی سنت کسی اور شکل میں ظاہر ہوئی ہے۔ کیونکہ وعدوں کی شکلیں بدلتی ہیں وعیدوں کی شکلیں بدلتی ہیں مگر سنت اللہ کی شکل کبھی نہیں بدلتی۔

پھر دوسرا قانون اس جگہ پر یہ بیان فرمایا گیا ہے کہ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا یعنی تُو اللہ تعالیٰ کی سنت میں کوئی تعویق و تأخیر نہیں پائے گا یعنی نہ صرف یہ کہ وہ سنت تبدیل نہیں ہوگی بلکہ وہ اپنے وقت سے ٹلے گی بھی نہیں۔ تحویل کے معنے عربی زبان میں ایک جگہ سے اُٹھا کر دوسری جگہ پر رکھ دینے کے ہیں۔ پس وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا کے یہ معنے ہوئے کہ سنتِ الٰہیہ میں جس امر کے ظہور کا کوئی وقت مقرر کیا گیا ہے وہ اپنے وقت سے ٹل نہیں سکتا۔ ضروری اور لازمی ہے کہ سنت اللہ عین وقت پر ظاہر ہو اور اُس وقت تک ظاہر ہوتی چلی جائے جس وقت تک کہ اُس کا ظہور مقدر ہے۔ نہ وہ اپنے ظہور کے ابتدائی وقت سے پیچھے ہٹے اور نہ وہ اپنے ظہور کے انتہائی وقت سے پہلے ختم ہو۔ ان دونوں قاعدوں کے مطابق اب ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہام کو دیکھتے ہیں تو آپ کا پہلا الہام یہ ہے کہ ''موت کے بعد میں پھر تجھے حیات بخشوں گا''۔ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جس طرح پہلے انبیاء کے ساتھ ہوا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد بھی اللہ تعالیٰ آپ کی جماعت کے ذریعہ آپ کو ایک نئی زندگی بخشے گا اور وہ زندگی پائیدار ہوگی اور اُس وقت تک ختم نہیں ہوگی جب تک کہ وہ مقاصد پورے نہ ہو جائیں جن کے پورا کرنے کیلئے آپ کو مبعوث فرمایا گیا تھا۔ چونکہ اس الہام کا مضمون بظاہر ایک وعدہ نظر آتا تھا اور وعدے بعض دفعہ شرطی بھی ہوتے ہیں اور

حالات کی تبدیلی کے ساتھ وہ بدل جاتے ہیں اور لوگ شبہ کر سکتے تھے کہ اگر اس کے خلاف جماعت میں حالات ظاہر ہوں تو ہم یہ سمجھ لیں گے کہ یہ وعدہ شرطی تھا۔ جب اس کی شرائط پوری نہ ہوئیں اللہ تعالیٰ نے اس وعدے کو بدل دیا۔

پس اللہ تعالیٰ نے دوسرے الہام کے ذریعہ سے اس بات کو صاف کر دیا اور بتا دیا کہ یہ وعدہ نہیں بلکہ اس قدیم سنتِ الٰہیہ کے ظہور کا اس الہام میں ذکر ہے جو ہمیشہ ہمارے ماموروں کے حق میں پوری ہوتی چلی آئی ہے اور اب تیرے حق میں بھی پوری ہوگی۔ اور فرمایا کہ ہم ہمیشہ اپنے مقربوں کے ساتھ ایسا ہی کیا کرتے ہیں۔ اور یہ جو میں نے کہا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق یہ فیصلہ تھا جس طرح پہلے انبیاء اور مامورین کے متعلق یہی فیصلہ ہوتا رہا ہے کہ وہ سنت اپنے وقت سے ٹلے گی نہیں اور نہ ان مقاصد کے پورا ہونے سے پہلے جن مقاصد کے پورا کرنے کیلئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث فرمایا گیا تھا، اس کا زمانہ ختم ہوگا۔ یہ بات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام کے ایک اَور الہام سے بھی ثابت ہوتی ہے۔ گو سنتِ الٰہیہ کو دیکھتے ہوئے کسی مزید ثبوت کی ضرورت بھی نہ تھی۔ وہ الہام یہ ہے مَـا اَنْـتَ اَنْ تَتْـرُکَ الشَّیْـطٰنَ قَبْلَ اَنْ تَغْلِبَهٗ۔ اَلْفَوْقُ مَـعَکَ وَالتَّـحْـتُ مَعَ اَعْدَاءِکَ۔[۵] یعنی اے ہمارے مامور! تُو شیطان کا پیچھا اُس وقت تک نہیں چھوڑے گا جب تک تو اُس کو ہلاک نہ کرے اور اُسے تباہ نہ کر دے کیونکہ غلبہ تیرے لئے مقدر ہے اور مغلوبیت تیرے دشمن کیلئے۔ اس الہام میں یہ خبر دی گئی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوتِ روحانیہ اُس وقت تک متواتر اور بغیر وقفہ کے جاری رہے گی جب تک کہ دنیا سے شیطان کی حکومت کو نکال نہ دیا جائے اور اسلام کو دوسرے ادیان پر جو اَب سچائیوں اور جھوٹوں کا مرکب ہیں غالب نہ کر دیا جائے۔ اور اس عرصہ میں کوئی وقفہ نہیں پڑے گا کیونکہ مَـا اَنْـتَ اَنْ تَتْـرُکَ الشَّیْـطٰنَ میں بھی ایک قاعدہ بیان کیا گیا ہے اور ایک فرض کو ظاہر کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ یہ بات تیری شان کے خلاف ہوگی اور الٰہی سنت کے خلاف ہوگی اگر شیطان پر غلبہ اور فتح پانے سے پہلے تُو اور تیری جماعت اس جنگ سے غافل ہو جائیں اور شیطان کو اُس کے حال پر چھوڑ دیں اور تیری جماعت گمراہ ہو جائے اور شیطان آزاد ہو جائے اور جھوٹے ادیان کو سانس لینے کا موقع مل جائے۔ پس الٰہی سنت کے ماتحت تیری جماعت کا قدم اُس وقت تک برابر راستی پر رہے گا جب تک کہ شیطان مغلوب نہ ہو جائے اور اسلام کو

دوسرے ادیان پر غلبہ نہ حاصل ہو جائے۔

اب دیکھو یہ ایک کیسی کُھلی بشارت ہے جو سنت الٰہیہ کے ساتھ وابستہ ہے اور جس کے متعلق خدا تعالیٰ کا یہ قانون ہے کہ وہ کبھی نہیں بدلی جاتی اور اس کے اندر کبھی رخنہ نہیں پڑنے دیا جاتا۔ وہ نہ اپنے وقت سے پیچھے ہٹتی ہے اور نہ اپنے وقت سے پہلے ختم ہوتی ہے۔ اب ان پیشگوئیوں اور ان قوانین کو مدنظر رکھتے ہوئے غور کرو اور سوچو کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ جماعت میں گمراہی پھیل گئی اور وہ اب اس کی اصلاح کریں گے، وہ کس طرح سنتِ الٰہیہ کے ماتحت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نَعُوْذُ بِاللّٰہِ جھوٹا قرار دیتے ہیں کیونکہ خدا تعالیٰ کی سنت یہی ہے کہ جو خدا تعالیٰ کے مقرب ہوتے ہیں وہ اپنی وفات کے بعد پھر زندہ ہو جاتے ہیں۔ یعنی ان کی روح ان کی جماعت میں حلول کر جاتی ہے اور ان کی جماعت کی نیکیوں کا پلہ اُن کی بدیوں پر بھاری رہتا ہے۔ اور وہ اسی حالت میں ترقی کرتے چلے جاتے ہیں یہاں تک کہ شیطان مغلوب ہو جاتا ہے اور مذہب کو فوقیت اور غلبہ حاصل ہو جاتا ہے۔ تب خدا تعالیٰ کے وعدے پورے ہو چُکتے ہیں اور وہ نصرت جو نبیوں کیلئے بِلا واسطہ یا بعد میں جماعت کے ذریعہ بِالواسطہ مقدر ہوتی ہے اُس کو خدا تعالیٰ کھینچ لیتا ہے اور اُس وقت کے بعد انسانی اعمال خود اپنے پاؤں پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور جب تک خدا تعالیٰ کی طرف سے مقدر ہوتا ہے وہ دنیا میں دینی روح کو قائم رکھتے ہیں اور پھر ایک عرصہ کے بعد ان میں سنت اللہ کے ماتحت خرابیاں پیدا ہونا شروع ہو جاتی ہیں اور الٰہی نصرت ان کو چھوڑ دیتی ہے۔ مگر یہ حالت غلبہ کے بعد آتی ہے پہلے نہیں۔ اگر یہ حالت پہلے آ جائے تو یہ ایک یقینی دلیل ہوگی اس امر کی کہ مدعی اپنے دعویٰ میں سچا نہیں تھا بلکہ جھوٹا تھا کیونکہ اس کے مقاصد کے پورا ہونے سے پہلے ہی اُس کی جماعت میں رخنہ پیدا ہو گیا۔

اب دیکھو کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کن مقاصد کو لے کر دنیا میں آئے تھے۔ آپ کی تحریرات اور آپ کے الہامات سے اور آنحضرت ﷺ کے ارشادات اور قرآن کریم کی بینات سے یہ بات روزِ روشن کی طرح ثابت ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت اس غرض سے تھی کہ اسلام کو دوسرے ادیان پر غالب کیا جائے۔ اور ابھی تو ہماری جماعت کی یہ حالت ہے کہ ہمیں خود دارالامان میں کامل امن حاصل نہیں اور دین کے دشمن خود ہمارے مرکز میں آ کر ہمارے پیاروں اور ہماری محبوب ترین ہستیوں کو گندی سے گندی گالیاں دیتے ہیں۔ مسلمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر حملے کرتے ہیں اور

سکھ و ہندو آنحضرت ﷺ پر اعتراض کرتے ہیں۔ اور ہمارے لئے سوائے خون کے گھونٹ پینے کے اور کوئی چارہ کار نہیں ہوتا۔ دنیا ساری کفر و ضلالت میں پڑی ہوئی ہے، عیسائیت ابھی تک خوشی کے ناچ ناچ رہی ہے اور دوسرے مذاہب باطلہ بھی اسلام کے مقابلہ میں بظاہر زیادہ شان وشوکت رکھتے ہیں اور اسلام ابھی غربت کی گھڑیاں گزار رہا ہے۔ ان وعدوں کا جن کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ پورا ہونا مقدر تھا ایک اربواں حصہ بھی پورا نہیں ہوا۔ پس پیشتر اس کے کہ وہ وعدے پورے ہوں اگر یہ جماعت خراب ہو جائے اور اس کی اکثریت باطل پر ہو تو یہ یقیناً حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بُطلان ہوگا۔ کیونکہ سنتِ الٰہیہ یہی ہے کہ نبیوں کے بعد ان کی جماعتیں ان کی روح کو قائم رکھتی ہیں یہاں تک کہ ان کے مقاصد پورے ہو جائیں۔ کچھ لوگ مرتد ہو سکتے ہیں، کچھ لوگ منافق ہو سکتے ہیں، لیکن اکثریت کا قدم سچائی پر رہنا ضروری ہے۔ حضرت رسول کریم ﷺ سے بھی ایک شخص نے دریافت کیا کہ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ ! اگر اسلامی نظام مٹ جائے تو میں کیا کروں؟ آپ نے فرمایا جدھر اکثریت ہو تُو بھی اُدھر شامل ہو جانا[۶]۔ اگر اکثریت کیلئے فساد ممکن ہوتا تو رسول کریم ﷺ یہ ہدایت کیونکر دے سکتے تھے۔ آپ کو چاہئے تو یہ تھا کہ یہ فرماتے کہ تو قرآن کریم کے مطابق لوگوں کے دعووں کو پرکھیو اور جو قرآن کہے گا اُس پر عمل کیجیئو۔ مگر آپ یہ فرماتے ہیں کہ میرے مقاصد کے پورا ہونے سے پہلے اگر کسی وقت مسلمانوں میں اختلاف پیدا ہو جائے تو تُو کوئی اور دلیل نہ دیکھیو، کوئی اور برہان تلاش نہ کیجیئو، کوئی اور معیار نہ ڈھونڈیو، تجھے کسی گہرے غور کی ضرورت نہیں، تجھے کسی لمبی فکر کی ضرورت نہیں سیدھا دوڑ کر اکثریت کے ساتھ جا ملیو۔ کیونکہ جدھر اکثریت ہوگی سنت اللہ کے مطابق اُدھر ہی قرآن ہوگا اور خدا تعالیٰ کی سچائیاں تجھے جماعت کی اکثریت میں ملیں گی۔

پس رسول کریم ﷺ کا یہ فرمان بھی اسی بات کو ظاہر کرتا ہے کہ جب تک نبی کے مقاصد پورے نہ ہو جائیں جماعت کی اکثریت سچائی پر قائم رہتی ہے اور کسی عارضی اور وقتی خلل کے سِوا اس کا قدم صداقت کے رستہ سے نہیں پھرتا اور عارضی اور وقتی سے مراد میری ایسا قلیل وقت ہے کہ جو نظام میں رخنہ پیدا نہیں کر سکتا۔ جیسے رسول کریم ﷺ کی وفات کے بعد چند گھنٹوں کیلئے مسلمانوں میں انتشار پیدا ہوا۔ مگر معاً ابوبکرؓ کی آواز رسول کریم ﷺ کی قدوسی کو لے کر بلند ہوئی اور سارے مسلمان دَوڑ کر آپ کے گِرد جمع ہو گئے۔ یا جیسا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی وفات کے بعد دو چار دن کیلئے جماعت میں ایک

انتشار پیدا ہوا مگر بغیر اس کے کہ جماعت یا اس کے نظام یا اس کے مرکزی دفاتر میں کوئی خلل پیدا ہوتا جماعت پھر اتحاد کے نقطہ پر جمع ہوگئی اور ہر قسم کا انتشار دور ہوگیا۔ پس ایسے عارضی اور وقتی خلل کے سوا کوئی ایسا تغیر نبیوں کی جماعتوں میں پیدا نہیں ہوتا کہ جس کو کسی عظیم الشان جہاد یا کوشش کے ساتھ دور کرنا پڑے۔ اس خلل اور اس خلل میں جو ناممکن ہوتا ہے ایسا ہی فرق ہے کہ جیسے کسی شخص کو نزول الماء کی بیماری ہو جائے اور کئی سال اندھا رہنے کے بعد آپریشن کے ذریعہ سے اُس کی نظر درست ہو اور ایک ایسا شخص ہو جو یکدم اندھیرے سے روشنی میں آئے یا روشنی سے نکل کر اندھیرے میں جائے تو اس کی بینائی میں بھی فرق پڑتا ہے۔ اندھیرے میں سے روشنی میں جا کر وہ اپنی آنکھوں کو چندھیائی ہوئی پاتا ہے اور روشنی سے اندھیرے میں جا کر اپنی پُتلیوں کو کُھلتا ہوا محسوس کرتا ہے۔ یہ بیماری نہیں، یہ صدمہ ہوتا ہے جو فوراً ہی زائل ہو کر پھر بینائی اپنی اصل جگہ پر آجاتی ہے۔ اس حالت کو کبھی کوئی ڈاکٹر بیماری نہیں کہے گا لیکن نزول الماء کو ہر شخص بیماری قرار دے گا۔ پس اس قسم کے عارضی تعطل کو دلیل قرار دینا ویسی ہی حماقت ہوگی جیسا کوئی شخص نزول الماء کی حالت کو صحت قرار دینے کیلئے اس تندرست آنکھوں والے کو پیش کرے جو اندھیرے سے روشنی میں آکر ایک منٹ کیلئے گھبرا گیا ہو۔ پس اس قسم کی دلیلیں اس سنت اللہ پر اعتراض کرنے والوں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتیں۔ جو چیز نہیں ہوتی اور نہیں ہوسکتی وہ یہ ہے کہ جماعت میں کوئی ایسی بیماری پیدا ہو جائے جو اسے جادۂ اعتدال سے ہٹا دے اور جس کو دور کرنے کیلئے ایک لمبی محنت اور ایک لمبی کوشش کی ضرورت ہو۔

پھر بعض لوگ یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہم جو معترض ہیں، ہمارے ذریعہ سے ماموروں کی روح زندہ ہے اس لئے سنت اللہ پر کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا۔ مگر یہ اعتراض بھی نہایت ہی باطل اور غلط ہے۔ کیونکہ کوئی کوئی نیک مرد تو فیج اعوج کے زمانہ میں بھی ہوتا رہا ہے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ میرے بعد تین صدیوں تک ہدایت رہے گی اور اس کے بعد فیج اعوج کا زمانہ ہوگا۔ اب دیکھو کہ کیا فیج اعوج میں کوئی نیک نہیں ہوتا تھا؟ یہ سیّد عبدالقادر جیلانی، یہ شہاب الدین صاحب سہروردی، یہ شبلی اور جنید اور غزالی اور عبدالقادر جرجانی، یہ معین الدین صاحب چشتی، یہ محی الدین صاحب ابن عربی، نظام الدین صاحب اولیاء اور فریدالدین صاحب شکر گنج اور سید احمد صاحب سرہندی اور سیّد احمد صاحب بریلوی اور ہزاروں صوفیاء اور اولیاء اور علماء سب فیج اعوج کے زمانہ میں ہی گزرے ہیں۔ پھر وجہ کیا ہے کہ

رسول کریم ﷺ نے پہلی تین صدیوں کو تو اپنے نور کا زمانہ قرار دیا ہے اور بعد کی دس صدیوں کو دجال کی آزادی کا زمانہ۔ حالانکہ ان دس صدیوں میں بڑے بڑے روحانی عالم اور بڑے بڑے بزرگ گزرے ہیں۔ ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ ان دونوں زمانوں میں یہی فرق ہے کہ پہلی تین صدیوں میں اسلام کی حامل اکثریت تھی اور پچھلی دس صدیوں میں اسلام کی حامل اقلیت تھی۔ جس زمانہ میں اسلام کی حامل اقلیت تھی، اُس زمانہ کو رسول کریم ﷺ نے دجال کا زمانہ قرار دیا ہے اور جس زمانہ میں اسلام کی حامل اکثریت تھی، اُس کو اپنا زمانہ قرار دیا ہے۔

پس وہ چند افراد جو کہ اخلاقی طور پر بھی کوئی اچھا معیار ظاہر نہیں کر سکتے اگر وہ اپنے آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم کا حامل قرار دیں اور ہم ان کے اس دعویٰ کو قبول بھی کر لیں تب بھی رسول کریم ﷺ کے فیصلہ کے مطابق بوجہ اس کے کہ جماعت کی اکثریت ان کے ساتھ نہیں اور بقول اُن کے اس کا قدم ضلالت کی طرف چلا گیا ہے اور وہ ایک سلسلہ کے دشمن کی محبت میں غلو کر رہی ہے، یہ زمانہ دجالی زمانہ کہلائے گا کیونکہ چند آدمیوں کے راستی پر قائم ہونے کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سلسلہ کا تسلسل اور تواتر قائم نہیں رہتا۔ وہ لوگ جو آج جماعت احمدیہ پر احمدی کہلاتے ہوئے اعتراض کرتے ہیں جماعت کے مقابلہ میں ان کی تعداد اتنی بھی نہیں ہے جتنی کہ فیج اعوج کے زمانہ میں مومنوں کی دوسرے مسلمانوں کے مقابلہ میں تھی۔ پھر جب کہ باوجود ان مومنوں کی موجودگی کے رسول کریم ﷺ نے اس زمانہ کو اپنی روحانی بادشاہت کے زمانہ سے خارج کر دیا ہے تو ان سے بہت کم تعداد میں ہوتے ہوئے یہ لوگ کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ آج بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ ہے۔ اس صورت میں تو ہم کو ماننا پڑے گا کہ دجال پیشتر اِس کے کہ مارا جاتا پھر غالب آ گیا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت میں آپ کی وفات سے نصف صدی سے بھی پہلے فیج اعوج کا زمانہ شروع ہو گیا ہے اور اکثریت باطل پر اور اقلیت حق پر قائم ہو گئی ہے۔ اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شیطان پر غالب آنا تو درکنار حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح شیطان سے پوری طرح نبرد آزما ہونے سے پہلے ہی میدان چھوڑ گئی ہے اور میدان شیطان کے ہاتھ رہا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو الہام کیا تھا کہ مَـا اَنْـتَ اَنْ تَتْـرُکَ الشَّیْـطٰنَ قَبْلَ اَنْ تَغْلِبَهٗ۔ یعنی شیطان کو مغلوب اور زیر کر لینے سے پہلے اے ہمارے مسیح! تو کبھی مقابلہ نہیں چھوڑے گا اور تُو بس نہیں کرے گا جب تک شیطان

کو قید نہ کر دے۔ پس اللہ تعالیٰ کے اس وعدے کو دیکھتے ہوئے ہم کس طرح تسلیم کر سکتے ہیں کہ وہ لوگ جو اکثریت کو چھوڑ کر اپنے لئے ایک نئی راہ تجویز کر رہے ہیں، خواہ وہ اپنا نام احمدیہ اشاعتِ اسلام رکھیں یا مجلسِ احمدیہ رکھیں یا کوئی اور نام اپنے لئے تجویز کر لیں وہ خدا تعالیٰ کی سچی جماعت نہیں۔ کیونکہ وہ تو اپنے عمل سے اور اپنے قول سے ان الہامون کو جھوٹا کر رہے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر نازل فرمائے۔ بلکہ وہ یہ ثابت کر رہے ہیں کہ وہ سنتِ قدیمہ جو ہر نبی کے زمانہ میں ظاہر ہوئی اور ایک نبی بھی ایسا نہیں گذرا جس کے زمانہ میں وہ ظاہر نہ ہوئی ہو وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں ظاہر نہیں ہوئی اور اگر ان کی یہ بات درست ہو تو فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۔ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا کے دو زبردست قاعدوں کے مطابق تو نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے دعویٰ میں راستباز نہ تھے۔ کیونکہ جو خدا تعالیٰ کا قانون ہر راستباز کیلئے ظاہر ہونا ضروری ہے وہ آپ کیلئے ظاہر نہیں ہؤا۔

شاید بعض لوگ کہہ دیں کہ ان کی اقلیت عارضی وقفہ ہے پھر جماعت کی اکثریت ان کیساتھ مل جائے گی اور حق پر قائم ہو جائے گی۔ مگر یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ نے اِس کا جواب بھی دے دیا ہے جو یہ ہے کہ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا یعنی اس سنت کا ظہور اپنے وقت پر اور تسلسل اور تواتر کے ساتھ ضروری ہے وہ پیچھے بھی نہیں ہٹ سکتی اور اس میں رخنہ بھی نہیں پڑ سکتا۔ پس اگر یہی تسلیم کر لیا جائے کہ یہ کسی وقت جماعت پر غالب آ جائیں گے اور جماعت کو اپنا ہم خیال بنا لیں گے تب بھی تو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ ایک خاصہ لمبا زمانہ اس سنت اللہ کے ظہور سے خالی رہا اور مقاصد عالیہ کے پورا ہونے سے پہلے جماعت کی اکثریت باطل اور ناراستی پر قائم ہوگئی۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا ۔ یعنی اس سنت میں وقفہ بھی نہیں پڑتا۔ اگر وقفہ بھی پڑ جائے تب بھی وہ مدعی جس کے زمانہ میں وقفہ پڑے خدا تعالیٰ کی طرف سے قرار نہیں دیا جائے گا اور یہ تسلیم کیا جائے گا کہ خدا تعالیٰ کی سنت اس کے حق میں پوری نہیں ہوئی۔ اس سنت کو جس طرح اللہ تعالیٰ نے پہلی جماعتوں کے حق میں ظاہر کیا ہے وہ ایک ایسی کُھلی دلیل ہیں کہ سوائے ایک ازلی نابینا کے کوئی شخص اس دلیل کو دیکھنے سے محروم نہیں رہ سکتا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کا حال دیکھ لو، وہ ہمارے سامنے ہے۔ قرآن کریم میں ان کے متعلق آتا ہے کہ جب ایک عظیم الشان جنگ کیلئے اُن کو بلایا گیا تو انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جواب

میں کہا کہ فَاذْھَبْ اَنْتَ وَ رَبُّکَ فَقَاتِلَا اِنَّا ھٰھُنَا قَاعِدُوْنَ [7] اے موسیٰ جا تُو اور تیرا رب دشمنوں سے لڑائی کرو، ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔ جب فتح کر لو گے تو ہم بھی اس ملک میں داخل ہو جائیں گے۔

یہ وہ اظہارِ ایمان ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے حضرت موسیٰؑ کی زندگی میں ظاہر کیا۔ لیکن جب اس قوم کو اس زمانہ کے دیکھنے کا موقع ملا جس کے متعلق خدا تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ نبی کی روح اس کی قوم میں تقسیم کر دی جاتی ہے تو وہی لڑائی سے انکار کرنے والی قوم جس نے موسیٰ جیسے جلیل القدر نبی کے پیچھے لڑنے سے انکار کر دیا تھا، وہ اس کے شاگرد اور ایک ناتجربہ کار نوجوان یوشع کے ساتھ کھڑی ہو گئی اور تلواریں لے کر اس نے ان دشمنوں کے پرے کے پرے [8] کاٹ دیئے جن سے ڈر کر اس نے موسیٰ کی زندگی میں لڑائی کیلئے نکلنے سے انکار کر دیا تھا۔ اس کی یہی وجہ تھی کہ موسیٰؑ کی وفات کے بعد خدا تعالیٰ کی سنت کے ماتحت موسیٰ کی روح اب اس قوم میں حلول کر گئی تھی اور وہ ناقص الایمان اب موسوی ایمان کی قوت کے ساتھ دشمن کے مقابلہ پر کھڑے ہو گئے تھے۔ اب وہ پہلے سے بنی اسرائیل نہ تھے بلکہ ان میں سے ہر ایک چھوٹا موسیٰ تھا جس کا ایمان خدا کی قدرتوں پر قائم تھا اور جن میں سے ہر ایک کے دل میں بجائے پیچھے بیٹھ رہنے کی خواہش کے اب یہ اُمنگ پیدا ہو رہی تھی کہ میں سب سے پہلے جان دے کر اپنے پیدا کرنے والے کے قدموں میں جا گروں۔

دوسری مثال حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کی موجود ہے۔ ان کے شاگرد جبکہ حضرت مسیح ناصری کو یہودیوں نے پکڑا تو اکثر تو ان میں سے بھاگ گئے اور جو کھڑے رہے ان میں سے سب سے زیادہ جرأت دکھانے والا پطرس تھا۔ اس نے بھی آخر میں یہودیوں کے سامنے ان کے ڈر اور خوف سے حضرت مسیح کو ماننے سے انکار کر دیا اور آپ پر نَعُوْذُ بِاللّٰہِ لعنت کی اور تین دفعہ ایسا ہی کیا۔ اور جب اس نے تیسری دفعہ ایسا کیا تو ایک مرغ کی اذان کی آواز اس کے کان میں پڑی اور اسے حضرت مسیح کی یہ پیشگوئی یاد آ گئی کہ ''اے پطرس! میں تجھ سے کہتا ہوں کہ آج مرغ بانگ نہ دے گا جب تک تُو تین مرتبہ میرا انکار نہ کرے''۔[9] یعنی آج ہی رات تُو تین دفعہ مجھ پر لعنت کرے گا۔ اس مرغ کی اذان کی آواز نے اس کی آنکھیں کھول دیں اور وہ توبہ واستغفار میں لگ گیا۔ لیکن جونہی صلیب کا زمانہ گزر گیا اور خدا تعالیٰ کی اس پیشگوئی کے پورا ہونے کا وقت آ گیا کہ ''میں اپنے باپ سے درخواست کروں گا اور وہ تمہیں دوسرا تسلی دینے والا بخشے گا کہ ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے یعنی روحِ حق جسے دنیا حاصل نہیں

کر سکتی۔ کیونکہ اسے نہ دیکھتی ہے اور نہ اسے جانتی ہے لیکن تم اسے جانتے ہو کیونکہ وہ تمہارے ساتھ رہتی ہے اور تم میں ہووے گی۔ میں تمہیں یتیم نہ چھوڑوں گا میں تمہارے پاس آؤں گا۔ اب تھوڑی دیر ہے کہ دنیا مجھے پھر نہ دیکھے گی۔ پر تم مجھے دیکھتے ہو اور اس لئے کہ میں جیتا ہوں تم بھی جیو گے۔ اُس روز تم جانو گے کہ مَیں باپ میں اور تم مجھ میں اور میں تم مَیں ہوں''۔[10]

تو اس زمانہ کے آتے ہی ان حواریوں کی حالت بدل جاتی ہے۔ کمزوریاں دور ہو کر ایمان بڑھ جاتا ہے۔ اور وہ پطرس جو حکومت سے نہیں، حکومت کے حکام سے نہیں، حکومت کے معمولی سپاہیوں سے نہیں، بلکہ مغلوب اور محکوم اور مغضوب علیہم چند یہودی افراد سے ڈر گیا تھا اور جس نے اتنی بُزدلی دکھائی کہ اس شخص پر جس کو وہ خدا کا نبی مانتا تھا، اپنی جان کی حفاظت کیلئے اس پر لعنت کرنے سے بھی نہ ہچکچایا، ہم اسے اس موعود زمانہ میں دلیری اور جرأت کے ساتھ خود حکومت کے مرکز روم میں یہ کہتے ہوئے صلیب کی طرف بڑھتا ہوا دیکھتے ہیں کہ میں اس لئے مرتا ہوں کہ تا تم کو زندہ کروں اور جرأت کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح وہ بھی صلیب پر لٹک گیا اور مر گیا۔ اور اس زمانہ میں اس نے تبلیغ دین کو ترک کرنے کی نسبت صلیب پر جان دینے کو زیادہ آسان سمجھا۔ رومی حکومت اپنی ساری طاقت کے باوجود اس کی جادو بھری زبان کو خاموش کرنے سے قاصر رہی۔ انہوں نے اس کو صلیب کی دھمکی دی اور سمجھا کہ یہ شاید وہی پطرس ہے جو کچھ عرصہ پہلے یہود سے ڈر کر مسیح پر لعنتیں کر رہا تھا مگر انہیں نہیں معلوم تھا کہ حضرت مسیحؑ کے صلیبی واقعہ کے بعد مسیح کی رُوح اب اس کے حواریوں میں تقسیم کر دی گئی تھی۔ اب پطرس، یوحنا اور یعقوب دنیا میں نہیں تھے بلکہ بہت سے چھوٹے مسیح پیدا ہو گئے تھے جن میں سے ہر ایک شخص مسیحی جھنڈے کو اُٹھا رہا تھا۔ وہ پطرس، یعقوب اور تھوما کو ڈرا سکتے تھے مگر مسیح کو ڈرانے کی ان میں طاقت نہ تھی۔ مسیح صلیب نہیں دیا گیا تھا بلکہ درحقیقت پطرس دیا گیا تھا یعقوب اور یوحنا اور تھوما صلیب پر دیئے گئے تھے کیونکہ جب مسیح صلیب پر چڑھا تو اُس کے ساتھ تمام وہ کمزوریاں جو اس سے پہلے حواریوں میں پائی جاتی تھیں صلیب پر چڑھ گئیں۔ اور اب دنیا میں پطرس نہیں بلکہ مسیح باقی رہ گیا تھا، یعقوب نہیں بلکہ مسیح باقی رہ گیا تھا۔ یوحنا نہیں بلکہ مسیح باقی رہ گیا تھا۔ یہ دو مثالیں کتنی واضح ہیں کہ دو جماعتیں اپنے نبیوں کی زندگی میں یا ایک کے متعلق یوں کہو کہ اس کی موجودگی میں کیونکہ مسیح صلیب پر مرا نہیں بلکہ اُس ملک کو چھوڑ کر چلا گیا تھا، نہایت کمزور تھیں۔ لیکن جب وہ انبیاء ان جماعتوں میں نہیں رہے اور خدا تعالیٰ

کی اس سنت کے پورا ہونے کا وقت آ گیا کہ جب کوئی نبی مرتا ہے تو اس کی روح اس کی جماعت میں ڈال دی جاتی ہے، وہ کمزور اور ناقص جماعتیں، وہ بُزدل جماعتیں کروٹ لیتی ہیں اور ان کی کایا پلٹ جاتی ہے اور وہ ایمان کے ایسے زبردست مظاہرے کرتی ہیں کہ ان کی زندگیوں کے دونوں حصوں کو دیکھ کر انسان کیلئے یہ یقین کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ وہ ایک ہی جماعت کے دو کارنامے ہیں۔ پہلے اس کمزوری کا اظہار تھا اور اب اس طاقت کی نمائش۔ کیا عجیب بات ہے کہ وہ جماعتیں جن کی پہلی کمزوریوں پر اعتراض کیا جاتا ہے وہ تو اپنے نبی کی جُدائی کے بعد اس قدیم سنت اللہ کے ماتحت ایسے زبردست ایمان کو ظاہر کرتی ہیں مگر ہمیں یہ بتایا جاتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جن کا یہ دعویٰ تھا کہ میری جماعت حضرت مسیح ناصریؑ کی جماعت سے بہت زیادہ قربانی کرنے والی اور بہادر ہے اور مجھے وہ ایسا جواب نہیں دیتی جیسا کہ حضرت موسیٰؑ کی قوم نے اُن کو دیا تھا۔ اس کی نسبت کہا جاتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد جبکہ صحابۂ مسیح موعود علیہ السلام ابھی ہم میں زندہ موجود ہیں وہ گمراہی اور ضلالت میں پڑ گئی ہے اور جرأت و بہادری اس سے کھوئی گئی ہے۔ کوئی نوکریوں کی خاطر، کوئی زمینوں کی خاطر، کوئی مکانوں کی خاطر، کوئی دُکانوں کی خاطر، کوئی چند سیر آٹے کی خاطر، کوئی تھوڑے سے تعلیمی وظیفہ کی خاطر، کوئی صرف نمائشی عُہدہ کی خاطر ایک ایسے شخص کے ہاتھ پر جمع ہے جس کی نسبت اسّی فیصدی کو یقین ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کام کو تباہ کر رہا ہے اور سلسلہ کی برکات کو مٹا رہا اور اس کے نظام کو برباد کر رہا ہے، وہ خاموش ہے اور رسول کریم ﷺ کے الفاظ میں گونگے شیطان کی طرح خدا تعالیٰ کی عمارت کو گراتے ہوئے دیکھتی ہے مگر بُزدلوں اور خناثے [11] کی طرح نہ وہ منہ سے اظہارِ نفرت کرتی ہے اور نہ ہاتھ سے اسے روکنے کی کوشش کرتی ہے۔ نہ کسی اور تدبیر سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم کو قائم کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ گویا کہ وہ ایک مُردہ ہے جو گل سڑ گیا اور اب سوائے لوگوں کی ناکوں کو بُو سے تکلیف دینے کے اب اس میں کوئی فائدہ کی بات نہیں رہی۔ اگر یہ بات صحیح ہے تو یقیناً اَلْعَیَاذُ بِاللّٰہِ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جھوٹے تھے کیونکہ خدا تعالیٰ تو کہتا ہے کہ موت کے بعد میں پھر تجھے حیات بخشوں گا۔ اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ مسیح موعود مرا اور پھر مر ہی گیا۔ اس کی روح دنیا سے اُٹھالی گئی اور اس کی صداقتیں کُچل دی گئیں اور نیکی و تقویٰ جس کے قائم کرنے کیلئے یہ جماعت کھڑی ہوئی تھی اس کی چادر اس سے چھین لی گئی۔ ایک حصہ کی اپنی بدعملی کی وجہ

سے اور دوسرے حصہ کی دوسروں کی بداعمالیوں پر راضی ہو جانے کی وجہ سے۔ غرض کوئی کسی طرح اور کوئی کسی طرح محروم ہو گیا۔

دیکھو حضرت مسیح ناصری کو جب خدا تعالیٰ کی طرف سے اطلاع ملی کہ اب آپ کے پکڑے جانے کا وقت آ گیا ہے اور اب آپ کو یہ ملک چھوڑ کر کہیں اور جانا پڑے گا اور اس ملک کے لوگوں کے لحاظ سے گویا آپ مر جائیں گے، اُس وقت حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنے حواریوں کو جمع کیا اور کچھ انگور کا رس اور کچھ روٹیاں منگوائیں۔ ''یسوع نے روٹی لی اور برکت مانگ کے توڑی پھر شاگردوں کو دیکھ کر کہا لو کھاؤ یہ میرا بدن ہے۔ پھر پیالہ لے کر شکر کیا اور انہیں دے کر کہا تم سب اس میں سے پیئو کیونکہ یہ میرا لہو ہے''۔[۱۲] یعنی اب جب کہ میں تم سے جُدا ہونے والا ہوں خدا تعالیٰ کی سنت کے ماتحت میرا گوشت اب تمہارا گوشت ہو جائے گا اور میرا خون تمہارا خون ہو جائے گا۔ گویا یہ ایک ظاہری علامت تھی کہ میری جُدائی کے باعث اب تم میں سے ہر ایک کو خدا تعالیٰ مسیح بنا دے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اسی کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:-

> ''تم میری اس بات سے جو میں نے تمہارے پاس بیان کی (یعنی اپنی وفات کی خبر دی) غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں۔ کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔ اور وہ دوسری قدرت نہیں آ سکتی جب تک میں نہ جاؤں۔ لیکن میں جب جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی۔''[۱۳]

قیامت تک اس کا سلسلہ منقطع نہ ہونے کے یہ معنے تو نہیں لئے جا سکتے کہ جماعت احمدیہ قیامت تک بگڑے گی ہی نہیں۔ کیونکہ یہ تو سنت اللہ کے خلاف ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اپنے الہام کے بھی خلاف ہے۔ پھر احادیث نبویہ اور آیات قرآنیہ کے بھی یہ بات خلاف ہے۔ یہ بات مسلّمہ طور پر تمام الہامی کتب میں بیان کی گئی ہے کہ قیامت اَشْرَارُ النَّاس پر قائم ہوگی یعنی قیامت کے آنے سے پہلے تمام دنیا گمراہی میں پڑ جائے گی۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو کچھ لکھا اس کے یہی معنے ہیں کہ جب تک میرے مقاصد کے پورا ہونے کا وقت نہیں آتا اُس وقت تک

تمہاری اکثریت روح القدس سے مؤید رہے گی اور خدا تعالیٰ کی تائید تمہارا ساتھ کسی صورت میں نہیں چھوڑے گی۔ چیز ایک ہی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کا نام قدرتِ ثانیہ رکھا ہے حضرت مسیح ناصری علیہ السلام نے اس کا نام روح القدس رکھا ہے اور آنحضرت ﷺ نے اس کا نام زمانہءِ خیر رکھا ہے۔ بہرحال جو کچھ بھی وہ ہے وہ خدا تعالیٰ کی قدرت ہے اور پاکیزگی کی روح ہے۔ وہ بہترین زمانہ ہے۔ اس کیلئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہی خبر ہے کہ جب تک کہ اس کے اٹھائے جانے کا وقت نہ آئے وہ متواتر جاری رہتی ہے اور جو شخص یہ کہتا ہے کہ وہ روح القدس، وہ قدرتِ ثانیہ، وہ زمانہ خیر جو ہر نبی کے بعد اس کی جماعت کے ساتھ وابستہ کر دیا جاتا ہے اور بلا وقفہ اور بلا فتور اُس وقت تک اس کے ساتھ چلتا چلا جاتا ہے جب تک کہ وہ نبی کی جماعت دنیا کو خدا تعالیٰ کیلئے فتح نہ کرے، وہ زمانہءِ خیر اس جماعت سے دور ہو گیا ہے، وہ قدرتِ ثانیہ اس جماعت سے چھین لی گئی ہے، وہ روحِ قدس اس سے ہٹا لی گئی ہے وہ نابینا ہے، وہ خود روحانیت سے محروم ہے۔ کاش! وہ ان الفاظ کے کہنے سے پہلے خدا تعالیٰ کے الفاظ پر غور کرتا اور سوچتا کہ میں کیا کہنے والا ہوں اور اس کے نتائج میری روح کیلئے کس قدر خطرناک نکلنے والے ہیں۔ دنیا کی عزتیں کوئی چیز نہیں، دنیا کی بادشاہتیں بھی کوئی چیز نہیں اور یہاں تو ان چیزوں میں سے کچھ بھی نہیں۔ صرف جماعتِ حقہ کے مخالف لوگوں کی واہ واہ اور تعریف ہی ہے جس تعریف کی نہ کوئی قیمت ہے اور جس واہ واہ کو نہ کوئی اہمیت حاصل ہے۔

پس کاش کہ یہ لوگ سوچتے اور اگر ان کے دلوں میں دینی روح قائم نہ رہی تھی تو یہ اپنے نفس پر بدظنی کرتے مگر خدا تعالیٰ اور اس کے رسولوں اور اس کے خلفاء پر بدظنی نہ کرتے۔ بہتر ہوتا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں دعائیں کرتے اور اس سے توبہ و استغفار کرتے تا وہ ان کے ایمان کو بچا لیتا۔ خدا تعالیٰ کسی کے ایمان کا دشمن نہیں، وہ کسی کو ہدایت سے محروم نہیں کرنا چاہتا سوائے اس کے جو آپ ہی اس کی ہدایت کو پھینک دیتا ہے اور جو آپ ہی اس کی نعمت کو ردّ کر دیتا ہے۔ کاش ایسا شخص ایسی جرأت نہ کرتا اور ایسی باتیں کہنے سے پہلے جو کہ جماعت کیلئے نہیں بلکہ خود اس کی جماعت کے بانی کیلئے موجبِ اعتراض ہیں، جنگلوں میں چلا جاتا اور خدا کے سامنے گڑگڑاتا اور زاری کرتا اور کہتا اے میرے خدا! شیطان مصلح کی صورت میں میرے سامنے آیا ہے اور نیکیوں کی شکل میں وہ مجھے بدی کی ترغیب دیتا ہے۔ میں کمزور ہوں، ایمان کا دامن میرے ہاتھوں سے چُھٹا جاتا ہے اور عرفان کی روح میرے جسم سے نکلی جاتی ہے۔

اے ابدی زندگی بخشنے والے! جس نے اپنے مسیح کو دوبارہ زندہ کرنے کی پیشگوئی فرمائی تھی تُو مجھ ہلاکت کے گڑھے میں گرنے والے پر رحم کر اور اس حیات کے پانی میں سے تھوڑا سا مجھ پر بھی چھڑک تا میری بے ایمانی جاتی رہے اور روحانی موت زندگی سے بدل جائے اور تیرے احیا کی صفت کو اپنی ذات میں مشاہدہ کرلوں۔ مگر افسوس کہ ایسا نہ کیا گیا اور کچھ تو ۲۳ سال سے اپنی روحانی موت کی تیاریاں کررہے ہیں اور کچھ بعد میں ان میں شامل ہونے کی کوشش کررہے ہیں۔ ہمیں ان کی روحانی موت پر خوشی نہیں۔ ہم تو یہی چاہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ میں ہاتھ دینے والا ہر ایک روحانی زندگی پائے۔ مگر ہم خدا تعالیٰ کی مشیّت میں روک نہیں بن سکتے۔ ہاں اس سے ہماری ہمیشہ یہی التجا ہوتی ہے کہ خدایا! یہ کچھ پیاسے تڑپ رہے ہیں اپنی رحمت کا پانی ان کو بھی پلا دے۔ یہ کچھ روحانی بیمار تکلیف سے اور بیماری کی شدت سے سِسک رہے ہیں اور ان کی جانیں ان کے نتھنوں تک پہنچ چکی ہیں۔ اے مُردوں کو زندہ کرنے والے! تو ان کو پھر زندگی بخش تا یہ تیری ہدایت سے محروم نہ رہ جائیں۔ اور قیامت کے دن تیرے مسیح کے سامنے، تیرے خَاتَم النّبیّین کے سامنے اور خود تیرے سامنے ان کو شرمندگی اور ذلت نہ اُٹھانی پڑے۔ کاش! قیامت کے دن جبکہ کچھ لوگ جو صحابہ کہلاتے تھے حوضِ کوثر کے پاس سے دھکیل کرلے جائے جارہے ہوں گے اُس وقت ان کے متعلق ہمارے آقا سیّدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ نہ کہنا پڑے کہ اُصَیْحَابِیْ اُصَیْحَابِیْ یہ تو میرے صحابی ہیں، یہ تو میرے صحابی ہیں، انہیں تم کہاں لئے جارہے ہو؟ اور خدا کے فرشتوں کو یہ جواب نہ دینا پڑے یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! یہ آپ کے صحابی تھے مگر آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے بعد انہوں نے کیا کیا، کیا کچھ غضب ڈھایا۔[۱۴]

خدا تعالیٰ کی رحمتیں وسیع ہیں۔ ہم تو یہی چاہتے ہیں کہ اس کا فضل نہ صرف ہم پر بلکہ پہلوں پر بھی اور پچھلوں پر بھی ہوں۔ اس کی ساری ہی مخلوق اس کے فضل کے نیچے آجائے۔ خدا کے خزانے محدود نہیں کہ ہمیں اپنے حصہ کی فکر ہو۔ ہمیں وہ جو کچھ دینا چاہتا ہے اس کے دینے کے بعد بھی اس کے خزانے معمور ہی رہیں گے، بھرپور ہی رہیں گے۔ پس اگر دوسرے ہمارے بھائی کہلانے والوں کو اس کی رحمت کا حصہ مل جائے تو ہمارے لئے یہ خوشی کا ہی امر ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے ہمیں اس لئے کھڑا کیا ہے کہ دنیا میں اسلام اور ہدایت کا جھنڈا گاڑ دیں۔ پس ہر ایک شخص جو ارتداد سے بچایا جاتا ہے وہ ہماری فتح کا نشان ہے اور غلبہ کی علامت ہے۔ ہر ایک شخص جو بخشا جاتا ہے وہ ہمارا حصہ بٹاتا نہیں بلکہ بڑھاتا ہے۔

پس خدا تعالیٰ سے یہی دعا ہے کہ وہ ہمیں بھی اس صداقت و ہدایت پر قائم رکھے اور ہمارے دشمنوں کو بھی اس صداقت اور ہدایت پر قائم ہونے کی توفیق دے۔ یہاں تک کہ دنیا اپنی آنکھوں سے دیکھ لے کہ سنت اللہ جس طرح پہلے نبیوں کے حق میں پوری ہوئی، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں بھی پوری ہوئی اور دنیا کے جس کونے اور جس گوشے میں ہم جائیں، جس ملک اور جس براعظم کی ہم سیر کریں اور جس شہر اور جس قصبہ کو ہم دیکھیں اور اپنے دائیں اور بائیں جِدھر نظر ڈالیں اسی طرف خدا تعالیٰ کے کلام کی تصدیق نظر آئے اور مومنوں کے وجود میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہمیں چلتے پھرتے نظر آئیں اور دشمن سے دشمن کو بھی یہ اقرار کرنا پڑے کہ وہ جو کہا گیا تھا کہ موت کے بعد میں پھر تجھے حیات بخشوں گا، اس کلام کا لفظ لفظ پورا ہؤا۔ نہ صرف یہاں نہ صرف وہاں، نہ صرف اِدھر نہ صرف اُدھر بلکہ زمین کے چپہ چپہ پر دائیں بھی اور بائیں بھی، آگے بھی اور پیچھے بھی، سمندروں پر بھی اور خشکیوں پر بھی اور یہ نشان ان بقیہ لوگوں کی ہدایت کا بھی موجب بن جائے جو اس نشان کو دیکھنے کے وقت تک ابھی سلسلۂ حقہ میں داخل نہ ہوئے ہوں۔ اَللّٰھُمَّ اٰمِیْنَ (الفضل ۱۶ر ستمبر ۱۹۳۷ء)

۱،۲ تذکرہ صفحہ ۱۷۱۔ ایڈیشن چہارم

۳

۴ فاطر: ۴۴

۵ تذکرہ صفحہ ۳۹۰۔ ایڈیشن چہارم

۶

۷ المائدہ: ۲۵

۸ پرے: صفیں۔ قطاریں

۹ لوقا باب ۲۲ آیت ۳۴ نارتھ انڈیا بائبل سوسائٹی مرزا پور ۱۸۷۰ء

۱۰ یوحنا باب ۱۴ آیت ۱۶ تا ۲۰۔ نارتھ انڈیا بائبل سوسائٹی مرزا پور ۱۸۷۰ء

۱۱ خناثے: خناث۔ ہیجڑے۔ خنثیٰ کی جمع

۱۲ متی باب ۲۶ آیت ۲۶ تا ۲۸۔ نارتھ انڈیا بائبل سوسائٹی مرزا پور ۱۸۷۰ء

۱۳ الوصیت صفحہ ۷ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۳۰۵ مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس ربوہ

۱۴ مسند احمد بن حنبل جلد نمبر ۱ صفحہ ۴۵۳ مطبوعہ بیروت ۱۹۷۸ء